بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

گیارہویں شریف کا شرعی ثبوت

اور

مناقبِ حضور غوثِ اعظم

قدس سرہ العزیز

تالیف

شیخ الحدیث والتفسیر

پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی

دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

رحمۃ للعالمین پبلی کیشنز بشیر کالونی سرگودھا

0303-4367413

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ اَمَّا بَعۡدُ

گیارہویں شریف کا شرعی ثبوت

اولاً حضور سیدنا قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا وصال شریف 561ھ میں 90 سال کی عمر شریف میں ہوا تھا (اخبار الاخیار صفحہ ۳۶)۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ماثبت من السنۃ میں وصال شریف کی تاریخ 11 ربیع الثانی لکھی ہے۔ ثانیاً آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو نبی کریم ﷺ کو ایصالِ ثواب کرتے تھے (قرۃ الناظرہ صفحہ ۱۱)۔ اس مناسبت سے ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو گیارہویں شریف کے نام سے آپ کا عرس منانے کا مسلمانوں میں رواج چلا آرہا ہے۔ اور ہر سال گیارہ ربیع الثانی کو بڑی گیارہویں شریف منائی جاتی ہے۔ ثالثاً گیارہویں شریف ایک اصطلاح ہے جس کی حقیقت حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ایصالِ ثواب ہے۔ اہلِ علم وفن اچھی طرح جانتے ہیں کہ حقیقت اگر دلائل سے ثابت ہو تو اصطلاح میں کوئی قباحت نہیں ہوتی۔ رابعاً مطلق ایصالِ ثواب کا جواز جب دلائل سے ثابت ہے تو گیارہویں شریف اسی ایصالِ ثواب کا ایک فرد ہے لہٰذا اس فرد کے جواز کے لیے الگ دلائل طلب کرنا جہالت ہے۔

خامساً شریعت میں ہر وہ کام جائز ہوتا ہے جس سے شریعت نے منع نہ کیا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (بقرۃ:۲۹) یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کی تمام اشیاء تمہارے فائدے کے لیے پیدا کی ہیں۔ تو گویا پیدا ہونے کے لحاظ سے ہر چیز ہمارے لیے قابلِ افادہ اور جائز الاستعمال ہے۔ البتہ ان جائز چیزوں میں سے جس چیز سے شریعت روک دے گی ہمیں رکنا پڑے گا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ (انعام:۱۱۹) یعنی جو چیزیں تم پر حرام ہیں ان کی

تفصیل ہم نے علیحدہ بیان کردی ہے۔

تو گویا جن چیزوں سے منع کردیا جائے وہ ممنوع ہو جائیں گی اور باقی چیزیں اپنی اصلیت پر قائم رہتے ہوئے جائز کی جائز رہیں گی۔ جب تک ان کے بارے شرعی حکم ممانعت کا نہ ملے ان سے منع نہیں کیا جاسکتا۔ یہ قاعدہ مذکورہ بالا دو آیات کے علاوہ قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

١۔ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ یعنی تو کھاؤ اس (ذبیحہ) سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اگر تم اسکی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو (انعام:۱۱۸)۔

٢۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ یعنی فرمایئے کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کس نے حرام کیں پاک لذیذ چیزیں اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے (اعراف:۳۲)۔

٣۔ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو (اعراف:۳۱)۔

٤۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ یعنی اے ایمان والو! وہ باتیں نہ پوچھو کہ اگر تمہارے لیے ظاہر کردی جائیں تو تمہیں بری لگیں (مائدہ:۱۰۱)۔

٥۔ قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا یعنی فرمادیجیے میں نہیں پاتا اس وحی میں جو میری طرف کی گئی کسی کھانے والے پر کوئی حرام کی ہوئی چیز (انعام:۱۴۵)۔

٦۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ یعنی اے ایمان والو! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے تمہیں دیں (بقرۃ:۱۷۲)۔

٧۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ یعنی اے ایمان والو! تم حرام نہ ٹھہراؤ وہ پسندیدہ چیزیں جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں (مائدہ:۸۷)۔

٨۔ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ یعنی اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اسے گمراہ کردے یہاں تک کہ وہ بیان فرمادے ان کے لیے ان چیزوں کو جن سے بچنا ان پر لازم ہے (توبہ:۱۱۵)۔

محبوب کریم ﷺ کی احادیث سے بھی یہی قاعدہ ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً وَعَنْ سَلْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ السَّمَنِ وَالْجُبْنِ وَالْفِرَآءِ ، قَالَ ، اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِي كِتَابِهٖ وَالْحَرَامُ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهٖ ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَمِمَّا عَفَا عَنْهُ یعنی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے گھی، پنیر اور نیل گائے کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہو اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہو اور جس چیز کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی ہے وہ ان چیزوں میں سے ہے جنکی اللہ نے معافی دی ہے (ترمذی:۱۷۲۶، ابن ماجۃ :۳۳۶۷)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَاْكُلُوْنَ اَشْيَآءَ وَيَتْرُكُوْنَ اَشْيَآءَ تَقَذُّرًا ، فَبَعَثَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ ﷺ وَاَنْزَلَ كِتَابَهٗ وَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ ، فَمَا اَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ ، وَمَا حَرَّمَ فَهُوَحَرَامٌ ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ وَتَلَا قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗ الآية.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہلِ جاہلیت کچھ چیزوں کو کھاتے تھے اور کچھ چیزوں کو ناپاک سمجھتے ہوئے ترک کر دیتے تھے۔ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو بھیجا۔ اور اپنی کتاب اتاری، اپنے حلال کو حلال کیا اور اپنے حرام کو حرام کیا۔ لہٰذا جس چیز کو اللہ نے حلال قرار دیا وہ حلال ہے اور جسے حرام قرار دیا وہ حرام ہے اور جس چیز کے بارے خاموشی اختیار فرمائی اسکی معافی ہے پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت کی: فرما دو کھانے والا جو کھاتا ہے اسکے حرام ہونے کی کوئی دلیل میں اپنے اوپر نازل ہونی والی وحی میں نہیں پاتا سوائے اس جانور کے جو بغیر ذبح کیے مر جائے (ابوداؤد حدیث:۳۸۰۰)۔

ایک اور حدیث میں ہے: عَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا وَ حَرَّمَ حُرُمَاتٍ ، فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا وَحَدَّ حُدُوْدًا ، فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَآءَ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا ۔ یعنی حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے فرائض کو فرض قرار

دیا ہے انہیں ضائع مت کرو۔اور حرام چیزوں کو حرام قرار دیا ہے،انہیں پامال نہ کرو،اس نے کچھ حدود قائم کی ہیں انہیں عبور نہ کرو اور کچھ چیزوں سے خاموشی اختیار فرمائی ہے ان میں بحث مت کرو(سنن الدارقطنی حدیث:۴۳۵۰)۔

ایک اور حدیث میں ہے:**وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ** رضی اللہ عنہ **اَنَّ النَّبِیَّ** ﷺ **قَالَ اِنَّ اَعْظَمَ الْمُسْلِمِیْنَ جُرْمًا مَنْ سَئَلَ عَنْ شَیْءٍ لَمْ یُحَرَّمْ فَحُرِّمَ مِنْ اَجَلِ مَسْئَلَتِہٖ** یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو حرام نہیں کی گئی تھی۔ اب اس کے سوال کرنے کی وجہ سے حرام کر دی گئی(مسلم حدیث:۶۱۱۶ ، بخاری حدیث:۷۲۸۹،ابوداؤد حدیث:۴۶۱۰)۔

ان بے شمار دلائل سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا ہو وہ مباح اور معاف ہے۔گیارہویں شریف کو حرام اور بدعت کہنے والے دوستوں کے اپنے علماء نے اس قاعدے کو بسر وچشم قبول کیا ہے اور اسے اپنی کتابوں میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔مثلاً عبدالماجد دریا آبادی صاحب **کُلُوْا وَشْرِبُوْا** کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام رازی نے یہ نکتہ خوب پیدا کیا ہے کہ مطعومات ومشروبات میں اصل حلت ہے صرف حرمت کے لیے کسی مستقل دلیل کی ضرورت ہے اور تقاضائے عقل بھی یہی ہے کہ اباحت کے لیے کسی مستقل دلیل کی ضرورت نہیں(تفسیر ماجدی صفحہ ۳۲۹)۔

شبیر احمد عثمانی صاحب مائدہ آیت ۱۰۱ کے تحت لکھتے ہیں۔اس سے بعض علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے(تفسیر عثمانی صفحہ ۲۱۹)۔

اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔اصول شرعیہ میں سے اور نیز قواعد عقلیہ میں سے یہ امر مسلم ہے کہ جو فعل نہ مامور بہ ہو اور نہ منہی عنہ۔یعنی نصوص شرعیہ میں نہ اسکے کرنے کی ترغیب ہو اور نہ اسکے کرنے کی ممانعت۔ایسا امر مباح ہوتا ہے۔(طریقہ میلاد صفحہ ۲۱)۔اس

عبارت میں تھانوی صاحب نے اباحتِ اصلیہ کو اصول شریعہ اور قواعدِ عقلیہ میں سے قرار دینے کیساتھ ساتھ شرعی اور عقلی طور پر مسلم (تسلیم شدہ) قرار دیا ہے۔

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے میں یہ قاعدہ کلیہ آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جب کسی رواجِ عام کے متعلق سکوت اختیار کیا جائے تو اس کو ہمیشہ رضا اور جواز پر ہی محمول کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر اگر کسی جگہ لوگوں نے کسی زمین کو گزرگاہ بنا رکھا ہو اور وہاں کوئی نوٹس اس فعل کی ممانعت کے لیے نہ لگایا گیا ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہاں راستہ چلنا جائز ہے۔ اس جواز کے لیے کسی اثباتی حدیث کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہاں ممانعت کا نہ ہونا خود ہی اجازت کا مفہوم پیدا کر رہا ہے (معاشیاتِ اسلام صفحہ ۱۹۰)۔ اس عبارت میں مودودی صاحب کسی ایک مسئلے کی بات نہیں کر رہے بلکہ اسے قاعدہ کلیہ قرار دے رہے ہیں۔ قاعدہ کلیہ وہ ہوتا ہے جو ہر جگہ چل سکے اور کلی طور پر قاعدے اور ضابطے کا کام دے۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ہماری فقہ کا بنیادی اصول بھی یہی ہے کہ جب تک کسی شئے کو قرآن وسنت کی روشنی میں حرام ثابت نہ کر دیا جائے وہ مباح ہے یعنی حلال ہے۔ اس اصول نے مباحات کے دائرے کو بہت وسیع کر دیا ہے (ماہنامہ میثاق ستمبر ۸۷ صفحہ ۱۳)۔

تو گویا یہ مسئلہ طے پا گیا کہ ہر چیز اپنی اصلیت کے لحاظ سے مباح ہے۔ ممانعت کے لیے دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب اس اصول اور قاعدۂ کلیہ کے عملی طور پر استعمال کی طرف آیئے۔ گیارہویں شریف، آذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا، کھڑے ہو کر درود شریف پڑھنا، سوئم یا قل خوانی، چالیسواں، بزرگوں کے عرس، میلاد شریف کی محفل اور جلوس وغیرہ۔ یہ سب چیزیں بنیادی طور پر مباح ہیں البتہ علماء و اولیاء علیہم الرضوان کے عمل سے بعض چیزیں درجۂ استحباب کو پہنچ گئی ہیں (مَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ یعنی جس کام کو مومن اچھا سمجھیں وہ اللہ کو بھی اچھا لگتا ہے۔ رواہ محمد مرفوعاً صفحہ ۱۴۴)۔ لہٰذا ان چیزوں سے منع نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر کوئی منع کرے تو اسے ممانعت کی دلیل پیش کرنا ہوگی۔ تماشا تو یہ ہے کہ منکرین حضرات گیارہویں وغیرہ کو حرام قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حرام کی تعریف تو

یہ ہے کہ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ یعنی جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہو (مشکوۃ صفحہ ۳۶۷)۔ لہٰذا ان حضرات پر لازم ہے کہ ان چیزوں کی حرمت ثابت کرنے کے لیے قرآن و سنت سے نص پیش کریں۔ ورنہ خود شارع بننے سے اجتناب کریں۔

آج ہر مکتبہ فکر کے لوگ طرح طرح کے جلسے کرتے رہتے ہیں۔ حکومتوں کے خلاف جلوس نکالتے رہتے ہیں۔ اپنے اپنے مدارس میں سالانہ تقسیم اسناد کے جلسے کرتے رہتے ہیں۔ کبھی مشکوۃ کا افتتاحی جلسہ رکھ لیتے ہیں اور کبھی بخاری کا اختتامی جلسہ رکھ دیتے ہیں۔ کبھی اپنے مرکزی مدارس کے صد سالہ جشن مناتے ہیں اور کبھی سیرت کے جلسے منعقد کرتے ہیں۔ کوئی اٹھ کر نبی کریم ﷺ کو امامِ اعظم لکھ دیتا ہے اور کبھی کوئی آپ ﷺ کو امامِ اہل حدیث کہہ دیتا ہے۔ کہیں ''امامِ اہل حدیث کانفرنس'' کے اشتہارات دیواروں پر چسپاں نظر آتے ہیں اور کبھی جہاد کانفرنس کے پوسٹر اور بینر آویزاں دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں نعرہِ رسالت کے جواب میں محمد رسول اللہ کہا جا رہا ہے اور کہیں تاج وتخت ختم نبوت زندہ باد کی گونج آ رہی ہوتی ہے۔

کیا کوئی مائی کا لال ان سب باتوں کو قرآن وسنت کی تصریحات سے ثابت کر سکتا ہے؟ یہ سارے کام کرنے والے ہمارے وہ دوست ہیں جو دن رات ہمیں میلاد شریف اور گیارہویں شریف سے منع کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ ہم سے قرآن وسنت سے دلائل کا مطالبہ کیا جاتا ہے مگر خود ان دوستوں کے پاس مذکورہ بالا تمام کام کرنے کے جواز کے لیے نہ قرآن موجود ہے اور نہ حدیث۔

غور فرمایئے آخر یہ چکر کیا ہے؟ یہ خود کریں تو جائز اور اگر ہم کریں تو بدعت ۔ جو باتیں ہم نے لکھیں ہیں اگر یہ جھوٹ ہے تو جھوٹے پر لعنت۔ اور اگر یہ سچ ہے اور یقیناً سچ ہے تو پھر یہ دوہرا معیار آخر کیوں؟

گیارہویں شریف میں کیا ہوتا ہے؟

گیارہویں شریف کی محفل میں تلاوت قرآن پاک، نعت شریف، درود شریف، اور

کھانے پینے کی حلال چیزوں کا ایصال ثواب ہوتا ہے۔آپ دوبارہ دیکھ لیجئے مذکورہ بالا چیزوں میں سے ہر ایک چیز پر فرداً فرداً غور فرمایئے- ان میں سے کوئی ایک چیز بھی ناجائز نہیں- بلکہ ہر چیز محمود اور پسندیدہ ہے۔

قرآن کی تلاوت کے اچھی چیز ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔حضور نبی کریم ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے خود اپنی نعت سنا کرتے تھے۔(بخاری، مشکوۃ صفحہ ۴۱۰)

درود شریف کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً یعنی میرے محبوب پر درود و سلام پڑھا کرو۔

نبی کریم ﷺ ہر سال دو قربانیاں کیا کرتے تھے ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہر سال دو قربانیاں کیں۔حضرت حنش رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کررہے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ مجھے حضور ﷺ نے وصیت فرمایا تھی کہ دو قربانیاں دیا کرو ایک اپنی طرف سے اور دوسری حضور ﷺ کی طرف سے (مشکوۃ صفحہ ۱۲۸)۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھ کر اپنی مرحومہ ماں کے نام کا کنواں کھدوایا۔اور اس کنویں کا نام ''سعد کی ماں کا کنواں'' رکھا۔

یہی وہ سارے کام ہیں جو گیارہویں شریف میں ہوا کرتے ہیں۔یعنی تلاوت، نعت، درود شریف اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کا ایصالِ ثواب۔اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہم نے ہر کام کا ثبوت فراہم کردیا ہے۔

گیارہویں شریف کی نسبت

ہمارے کچھ دوست کہتے ہیں کہ ہر چیز کا مالک اللہ ہے۔ پھر گیارہویں شریف یا گیارہویں شریف کے چاول یا بکرے وغیرہ کو غوثِ اعظم کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔اللہ کریم فرماتا ہے: إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ

اللّٰہِ یعنی اللہ نے تمہارے اوپر مردار خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز منع کر دی ہے جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو (البقرہ:۱۷۳)۔

چونکہ گیارہویں اور بکرا وغیرہ بھی غیر اللہ کی طرف منسوب ہو جاتے ہیں لہٰذا قرآن کی اس آیت کی روشنی میں یہ بھی خنزیر کی طرح حرام ہے۔ اب ایسے بکرے کو بے شک بسم اللہ پڑھ کر ذبح کریں۔ وہ پھر بھی حرام ہے جس طرح کتے کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنے سے بھی وہ حرام ہی رہتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف گیارہویں یا بکرے کی نسبت مجازی ہوتی ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ چاول یا بکرے کا ثواب حضور غوثِ اعظم کے لیے ہے۔ جسے ایصالِ ثواب کرنا ہو اسکی طرف بکرے وغیرہ کی نسبت کر دینا جائز ہے۔ جس طرح حضرت سعد نے کنواں کھدوا کر اسے اپنی ماں کی طرف منسوب کر دیا تھا۔

مجازی نسبت کی بے شمار مثالیں قرآن وسنت میں موجود ہیں۔

مثلاً شفا دینے اور مردے زندہ کرنے کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف۔ (آلِ عمران:۴۹)۔

بیٹا عطا کرنے کی نسبت حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف (مریم:۱۹)۔

پرورش کرنے کی نسبت ماں باپ کی طرف (بنی اسرائیل:۲۴)۔

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ (مسجدیں اللہ کی ہیں) مگر نبی کریم ﷺ کی مسجد کو مسجدِ نبوی کہا جاتا ہے۔ اب اگر وَمَا اُهِلَّ بِهٖ کے عموم کو دیکھا جائے تو اسے نبی کی مسجد نہیں بلکہ اللہ کی مسجد ہونا چاہیے۔ اور شہر کا نام مدینۃ النبی نہیں بلکہ مدینۃ اللہ ہونا چاہیے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (یعنی میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین کے لیے ہیں (الانعام: ۱۶۲)۔ اس آیت شریفہ میں نماز، قربانی، زندگی اور موت کی مجازی نسبت بندے کی طرف ہے اور عبادت ہونے کے لحاظ سے اس کی نسبت اللہ کریم کی طرف ہے۔ اس آیت میں مجاز اور

حقیقت کا بہترین امتزاج موجود ہے۔اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا گیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رمضان اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے۔شعبان کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف مجازی ہے۔ورنہ ہر مہینہ اللہ ہی کا مہینہ ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ (یعنی اے لوگو کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کے دکھاؤں؟ (ترمذی جلدا صفحہ ۳۵، ابو داؤد جلدا صفحہ ۱۰۹)۔اس حدیث شریف میں نماز کو نبی کریم ﷺ کی نماز کہا گیا ہے۔یہ مجازی نسبت ہے۔

نبی کریم ﷺ ہر سال دو قربانیاں دیتے تھے اور ذبح کرتے وقت فرماتے تھے۔محمد اور اس کی امت کی طرف سے بسم اللہ اللہ اکبر۔ایک روایت میں اس طرح ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر یا اللہ یہ میری طرف سے ہے اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جو قربانی نہیں دے سکتے (مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۸)۔

اس حدیث پر غور فرمایئے ذبح کرتے وقت اللہ کے نام کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے اپنا اور اپنی امت کا نام بھی لیا ہے لیکن کیا کوئی شخص یہ بدگمانی کرنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا ہے لہٰذا یہ جانور حرام ہے؟ یہاں ہم اہل اسلام کے بارے میں بدگمانی سے کام لینے والوں اور انہیں زبردستی مشرک ثابت کرنے والوں کو للکارتے ہیں کہ جس طرح اس حدیث شریف کو سمجھنے کیلئے تطبیق، حسنِ ظن، معاملہ فہمی اور تمیز سے کام لیتے ہو اسی طرح محبوب کریم ﷺ کی امت کے بارے میں بھی تمیز سے کام لیجیے اور محض غیر اللہ کا لفظ آتے ہی شرک، شرک کا واویلا کرنے کا خارجیانہ مظاہرہ بند فرمایئے۔بخدا ہم پوری صورتِ حال کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ حضرات نہ صرف علم سے بے گانہ ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ حد درجہ کے کند ذہن بھی ہیں۔

اسی طرح ہم روزمرہ کی بول چال میں کثرت سے مجاز کا استعمال کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً فلاں کا گھر، فلاں کی بھینس، قربانی کے بکرے کو بھی فلاں آدمی کا بکرا کہا جاتا ہے۔اسے خدا کا بکرا کوئی نہیں کہتا۔اسی طرح فلاں کا بیٹا، فلاں کی بیوی۔اب اگر ہر چیز

ہرلحاظ سے خدا کی ہے تو پھر بیوی بھی خدا کی ہونی چاہیے۔اور ہمارے نام نہاد موحد دوستوں پران کی بیویاں حرام ہونی چاہییں۔

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا صحیح مفہوم

اس آیت کا تعلق ذبح کرنے سے ہے۔مراد یہ ہے کہ ذبح کے وقت جس جانور پر غیراللہ کا نام لیا جائے مثلاً فلاں بزرگ یا پیر کے نام سے ذبح کرتا ہوں تو ایسا جانور حرام ہے۔

اسکے برعکس اگر جانور پر ایصالِ ثواب کی نیت سے کسی بزرگ کا نام بولا جائے یا قربانی کے جانور پر قربانی دینے والے کا نام بولا جائے اور بعد میں ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللهِ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کر دیا جائے تو یہ جانور بلاشبہ حلال ہے۔اسے کتے سے تشبیہ دینا بہت بڑی گڈمڈ اور تلبیس ہے۔کتا پیدائشی حرام ہے۔جبکہ بکرا پیدائشی حلال ہے۔کتے اور کالے کوّے پر بسم اللہ پڑھنے سے وہ حلال نہیں ہوسکتے جب کہ بکرے پر بسم اللہ پڑھنے سے بکرا حلال ہو جاتا ہے۔

اس بات پر پوری امت کا اجماع اور اتفاق ہے کہ اس آیت کا تعلق ذبح کرنے سے ہے۔تفسیر قرطبی، جلد۲ صفحہ۲۱۹، تفسیر کبیر جلد۲ صفحہ۱۹۲، تفسیر خازن جلد۱ صفحہ۱۱۲، تفسیر مدارک علی حامش خازن جلد۱ صفحہ۱۱۲، تفسیر بغوی جلد۱ صفحہ۱۴۰، تفسیر بیضاوی جلد۱ صفحہ۱۰۰ اور تفسیر جلالین صفحہ۲۴ الغرض تمام ترمفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت کا تعلق ذبح کے وقت سے ہے۔

مثلاً تفسیر بیضاوی جو ایک درسی کتاب ہے،اس کے الفاظ یہ ہیں: اَیْ رَفَعَ بِهِ الصَّوْتَ عِنْدَ ذَبْحِهٖ لِلصَّنَمِ یعنی ذبح کے وقت بت کا نام لینے سے جانور حرام ہو جاتا ہے۔

حتیٰ کہ امام ابوبکر جصاص (متوفی 370ھ) لکھتے ہیں کہ: لَا خِلَافَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَنَّهُ الْمُرَادُ بِهِ الذَّبِيْحَةُ اِذَا اُهِلَّ بِهَا لِغَيْرِ اللّٰهِ عِنْدَ الذَّبْحِ یعنی مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ اس آیت میں وہ ذبیحہ مراد ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے (احکام القرآن للجصاص جلد۱ صفحہ۱۲۵)۔

اس موضوع پر حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمت اللہ علیہ نے پوری

کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ''اِعْلَاءُ کَلِمَۃِ اللہِ فِیْ بَیَانِ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللہِ''
حضرت پیر صاحب علیہ الرحمۃ نے اس کتاب میں سنی مسلک کو بخوبی واضح فرمایا ہے اور تمام
شکوک وشبہات کا ازالہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اور ضمناً بہت سے دوسرے مسائل پر بھی خوب
بحث فرمائی ہے۔ یہ کتاب عام دستیاب ہے۔

دن مقرر کرنا

کسی بھی مباح یا مستحب کام کے لیے دن مقرر کر لینا جائز ہے اولاً تو اس سے
شریعت نے منع نہیں کیا ثانیاً خود نبی کریم ﷺ ہر پیر کو نفلی روزہ رکھتے تھے (مسلم شریف جلد
صفحہ ۳۶۸)۔ گویا روزے کا یہ دن مقرر تھا۔ آپ ﷺ ہر ہفتے کو مسجدِ قباء میں تشریف لے
جاتے تھے (مسلم و بخاری)۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی آزادی
کی خوشی میں دسویں محرم کو روزہ رکھا اور اس روزے کا حکم بھی دیا (بخاری جلد ا
صفحہ ۲۶۸، مسلم جلد ا صفحہ ۳۵۹)۔ ان سب احادیث میں دن مقرر کرنے کا ثبوت موجود
ہے۔ ثالثاً دن مقرر کرنے میں حکمت یہ ہوتی ہے کہ اعلانِ عام ہو جائے اور زیادہ سے
زیادہ لوگوں کا اجتماع ہو سکے۔ چنانچہ منکرین کے پیر و مرشد حاجی امام اللہ صاحب مہاجر
مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو کام کسی خاص وقت میں کیا جاتا ہے وہ
اس وقت یاد بھی آجاتا ہے اور ضرور انجام پاتا ہے۔ نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں کبھی
اس کا خیال بھی نہیں آتا۔ اس قسم کی مصلحتیں ہر بات میں ہیں جن کی تفصیل بہت لمبی
ہے (الی ان قال)۔ حضرت غوث پاک قدس سرہ کی گیارہویں، دسواں، بیسواں، چہلم،
برسی وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمت اللہ علیہ اور شیرینی حضرت بوعلی قلندر
رحمت اللہ علیہ، شب برات کا حلوہ اور ایصالِ ثواب کے دوسرے طریقے اسی قاعدے پر
مبنی ہیں (فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ ۲۱ تا ۲۳)۔

غوثِ اعظم کی شان میں صوفیاء کا کلام

1۔حضرت سلطان باہو رحمت اللہ علیہ کا کلام:۔

سن فریاد پیراں دیا پیرا میری عرض سنیں کن دھر کے ہو
میرا بیڑا اڑیا وچ کپراں دے جتھے مچھ نہ بہندے ڈر کے ہو
یا شیخ عبد القادر جیلانی میری خبر لیو جھٹ کر کے ہو
پیر جنہاندے میراں باہو اوہ کدھی لگدے تر کے ہو

2۔حضرت پیر سید وارث شاہ رحمت اللہ علیہ کا کلام:۔

مدح پیر دی حب دے نال کریئے جیندے خاداماں دے وچ پیریاں نی
باجھ ایس جناب دے پار نہیں لکھ ڈھونڈ دے پھرن فقیریاں نی
جیہڑے پیر دے مہر منظور ہوئے گھر تنہاندے پیریاں میریاں نی
روز حشر دے پیر دے طالباں نوں ہتھ سجڑے ملن گیاں چیریاں نی

3۔حضرت میاں محمد بخش صاحب کھڑی شریف والوں کا کلام:۔

واہ وا میراں شاہ شہاں دا سیّد دو ہیں جہانی
غوث الاعظم پیر پیراں دا ہے محبوب ربانی
آل نبی اولاد علی دی سیرت شکل انہاندی
نام لیاں لکھ پاپ نہ رہندے میل اندر دی جاندی
غوثاں قطباں دے سر میراں قدم مبارک دھریا
جو دربار انہاں دے آیا خالی بھانڈا بھریا

میں پاپی شرمندہ جھوٹھا بھریا نال گناہاں
ہکو آس تساڈے دردی ناں کوئی ہور پناہاں
میں اُنہاں تے تلکن رستہ کیونکر رہے سنبھالا
دھکے دیون والے بہتے توں ہتھ پکڑن والا
توں پکڑیں تاں کوئی نہ دھکے پہنچ شتابی کر کے
گھمن گھیر اندر منتارو، لنگھ نہ سکاں تر کے
چوراں نوں توں قطب بنایا میں بھی چور اُچکّا
جس در جانواں دھکے کھانواں ہک تیرا در تکا
سن فریاد پیراں دیا پیرا دھکا دیئیں نہ مینوں
بے کساں دا والی تو ہیں شرم دتی رب تینوں

4۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کا کلام:۔

روز و لکھئے چٹھئے درداں بھریئے، پتہ پچھیں بغداد دے واسیاں دا
دیویں جا سنیہڑا دکھاں بھریا اِنہاں اکھیاں درس پیاسیاں دا
آہیں سولاں بھریاں سینے سڑے وچوں نکلن حال ایہہ سدا اداسیاں دا
تیرے مُڈھ قدیم دے بردیاں نوں لوک دس دے خوف چپڑاسیاں دا
دستگیر کرم مہر توں مہر علی تے کون باجھ تیرے اللہ راسیاں دا

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

☆......☆......☆

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قطب الاقطاب ، و الغوث الاعظم ، شیخ الشیوخ

سیدنا شیخ الاسلام محی الدین

ابو محمد السید عبد القادر الجیلانی الحسنی و الحسینی البغدادی رضی اللہ عنہ

(از: حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

آپ اہلِ بیت میں کامل ولی اور سادات حسینیہ میں بڑی بزرگی کے مالک ہیں نسبی اعتبار سے آپ عبد اللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ قصبہ ''جیل'' کی طرف جسے جیلان یا گیلان بھی کہتے ہیں آپ کی نسبت ہے۔ آپ کی ولادت ۴۷۰ھ اور ایک روایت کے مطابق ۴۷۱ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمرِ مبارکہ کے ابتدائی ۳۳ سال درس و تدریس اور فتویٰ دینے میں گزرے اور چالیس (۴۰) سال مخلوقِ خدا کی رشد و ہدایت اور نصیحت میں صرف رہے اور نوے سال کی عمر پا کر سن ۵۶۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

سن ۴۸۸ھ میں جبکہ آپ کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی تھی، آپ بغداد میں تشریف لائے اور اس وقت کے شیوخ، ائمہ، بزرگانِ دین اور محدثین کی خدمت کا قصد فرمایا۔ اول قرآنِ کریم کی تعلیم روایت ودرایت اور تجوید وقرأت کے اسرار ورموز کے ساتھ حاصل کی اور زمانہ کے بڑے محدثین اور اہلِ فضل وکمال ومستند علماءِ کرام سے سماعِ حدیث فرما کر علوم کی تحصیل وتکمیل فرمائی۔ حتیٰ کہ تمام اصولی، فروعی، مذہبی اور اختلافی علوم میں علماءِ بغداد سے ہی نہیں بلکہ تمام ممالکِ اسلامیہ کے علماء سے سبقت لے گئے اور آپ کو تمام علماء پر فوقیت حاصل ہوگئی اور سب نے آپ کو اپنا مرجع بنالیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق کے سامنے ظاہر فرمایا۔ آپ کی نہ ختم ہونے والی محبت عوام وخواص کے دلوں میں ڈال دی اور آپ کو قطبیتِ کبریٰ اور ولایتِ عظیمہ کا مرتبہ عطا فرمایا، حتیٰ کہ تمام عالم کے تمام فقہاء، علماء، طلبا اور فقراء کی توجہ آپ کے آستانہ کی جانب ہو گئی۔ حکمت ودانائی کے چشمے آپ کی زبان سے جاری ہو گئے اور عالمِ ملکوت سے عالمِ دنیا تک آپ کے کمال وجلال کا شہرہ ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ علاماتِ قدرت وامارت، دلائلِ خصوصیت اور براہینِ کرامت، آفتاب نصف النہار سے زیادہ واضح اور ظاہر فرمائے۔ اور بخشش کے خزانوں کی کنجیاں اور تصرفاتِ وجود کی لگامیں آپ کے قبضۂ اقتدار ودستِ اختیار کے سپرد فرمائیں۔ تمام مخلوق کے دلوں کو آپ کی عظمت وہیبت کے سامنے سرنگوں کر دیا اور اس وقت کے تمام اولیاء کو آپ کے سایۂ قدم اور دائرۂ حکم میں دے دیا۔ کیونکہ آپ منجانب اللہ اسی پر مامور تھے۔ جیسا آپ خود فرماتے ہیں کہ ''میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے'' اور تمام اولیائے وقت حاضر وغائب، قریب وبعید اور ظاہر وباطن سب کے سب آپ کے مطیع وفرمانبردار اس وجہ سے ہو گئے کہ انہیں راندہِ درگاہ ہونے کا خوف اور زیادتِ مراتب کا شوق اس پر مجبور کرتا تھا۔ چنانچہ آپ کی ذاتِ گرامی قطب وقت، سلطان الوجود، امام الصدیقین، حجۃ العارفین، روحِ معرفت، قلبِ حقیقت، خلیفۃ اللہ فی الارض، وارثِ کتاب، نائبِ رسول، سلطان الطریق اور متصرف فی الوجود تھی رضی اللہ عنہ وعن جمیع الاولیاء۔

حلیہِ مبارک

آپ نحیف البدن، درمیانہ قد، کشادہ سینہ، لمبی چوڑی داڑھی شریف، گندمی رنگ، پیوستہ ابرو، بلند آواز، پاکیزہ سیرت، بلند مرتبہ اور علم کامل کے حامل تھے، صاحبِ شہرت وسیرت اور خاموش طبع تھے۔ آپ کے کلام کی تیزی اور بلند آوازی سننے والے کے دل میں رعب وہیبت زیادہ کرتی تھی۔ یہ آپ کی کرامت تھی کہ مجلس میں دور ونزدیک بیٹھنے والے بغیر کسی فرق کے آپ کی آواز باآسانی یکساں طور پر سن لیتے تھے۔ جب آپ کلام کرتے تو ہر شخص پر خاموشی چھا جاتی، جب آپ کوئی حکم دیتے تو اس کی تعمیل میں سرعت ومبادرت کے سوا اور کوئی صورت نہ ہوتی۔

جب بڑے سے بڑے سخت دل پر نظرِ جمال پڑ جاتی تو وہ خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری کا مرقع بن جاتا۔اور جب آپ جامع مسجد میں تشریف لاتے تو تمام مخلوق دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر درگاہِ قاضی الحاجات میں دعا کرتی۔

خلیفہِ وقت حیران رہ گیا

ایک روز آپ کو جامع مسجد میں چھینک آئی لوگون نے چاروں طرف سے **یرحمک اللہ** اور **یرحمک ربک** کی آوازیں بلند کیں،خلیفہ وقت مستنجد باللہ نے جو محرابِ مسجد میں بیٹھا تھا پریشان ہوکر دریافت کرنے لگا کہ یہ شور کیسا ہے؟لوگوں نے جواب دیا کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو چھینک آئی تھی جس پر لوگوں نے انہیں دعا دی ہے۔

علم کا درجہِ کمال

ایک دن آپ کے اجتماع میں کسی قاری نے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھی۔آپ نے اس کی ایک تفسیر بیان کی ، پھر دوسری ، پھر تیسری حتیٰ کہ حاضرین کے علم کے مطابق اس کی گیارہ تفسیریں بیان کیں ، پھر دوسری تفاسیر کو شروع فرمایا،حتیٰ کہ چالیس تفسیریں بیان فرمائیں اور ہر تفسیر کی سند متصل اور دلیل اور ہر دلیل کی ایسی تفصیل بیان فرمائی کہ اہلِ اجتماع غرقِ حیرت و تعجب ہو گئے،اس کے بعد فرمایا کہ اب ہم قال کو چھوڑ کا حال میں آتے ہیں۔پھر آپ نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا ، اس کلمہِ توحید کا زبان سے نکلنا تھا کہ حاضرین کے دل میں شورش و اضطراب موجزن ہوا اور کپڑے پھاڑ کر جنگل کی طرف نکل گئے۔

حکایت

مشہور ہے کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ تمام علماءِ عراق کے مرجع بلکہ تمام دنیا کے طالبانِ علم کے مرکز تھے،اطرافِ عالم سے آپ کے پاس فتاویٰ جات آتے تھے جن کا غور وفکر اور مطالعہِ کتب کے بغیر فوراً آپ صحیح جواب لکھتے ، بڑے سے بڑے متجر عالم کو آپ کے خلاف ذرا سا بھی لکھنے یا کہنے کی مجال نہ ہوتی۔ایک مرتبہ عجم سے آپ کے پاس فتویٰ آیا جس میں تحریر تھا

’’سادات علماء اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے یہ قسم کھائی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت نہ کرے کہ افرادِ انسانی میں سے کوئی بھی کسی بھی جگہ اس عبادت میں اس کا شریک نہ ہو تو اس کی عورت پر تین طلاقیں۔ اب بتائیے کہ یہ شخص کون سی ایسی عبادت کرے جس سے اس کی قسم نہ ٹوٹے‘‘۔ اس کا جواب لکھنے سے عراق و عجم کے تمام علماء عاجز ہو گئے تو آپ کے سامنے یہ فتویٰ پیش ہوا۔ آپ نے فوراً غور و فکر کے بغیر فرمایا کہ اس کے لیے خانہ کعبہ کو طواف کرنے والوں سے خالی کرا لیا جائے، پھر یہ شخص تنہا طواف کے سات چکر کرے تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ خانہِ کعبہ کا طواف ایسی عبادت ہے کہ اس وقت انسانوں میں سے کوئی بھی اس کا شریک نہ ہوگا۔

ریاضت و مجاہدہ

طریقہِ سلوک

آپ کا طریقہ شدت و لزوم کے اعتبار سے بے نظیر ہے، مشائخ عصر میں سے کسی میں شدتِ ریاضت میں آپ کی برابری کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ تفویض کامل، حول و قوت سے نجات، قلب و روح و نفس کی موافقت کے ساتھ مجاری تقدیر کے ماتحت بے بسی، اتحادِ ظاہر و باطن، علیحدگی صفات نفس، شکوک و نزاع و تشویش کے بغیر فراغت قلب و خلوِ سر، اتحادِ قول و فعل، لزوم اخلاص، ہر حال میں انقیاد و پیروی کتاب و سنت، ثبوت مع اللہ، خالص توحید، مقام عبودیت مع ملاحظہ کمال ربوبیت، اور احکام شریعت کی اسرارِ حقیقت کے مشاہدہ کے ساتھ پیروی کامل آپ کا طریقہ تھا۔

جنات کی آمد

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ پچیس سال تک دنیا سے قطع تعلق کر کے میں عراق کے صحراؤں اور ویرانوں میں اس طرح گشت کرتا رہا کہ نہ میں کسی کو پہچانتا تھا اور نہ مجھے کوئی۔

رجال الغیب اور جنات کی میرے پاس آمد و رفت رہتی تھی اور میں انہیں راہِ حق کی تعلیم دیا کرتا تھا۔

عشاء کے وضو سے فجر کی نماز

چالیس سال تک میں نے فجر کی نماز عشاء کے وضو سے ادا کی ہے۔

مقام غوث الثقلین رضی اللہ عنہ

اور پندرہ سال تک یہ حال رہا کہ نمازِ عشاء کے بعد قرآن مجید اس طرح شروع کرتا کہ ایک پاؤں پر کھڑا ہو جاتا اور ایک ہاتھ سے دیوار کی میخ پکڑ لیتا، تمام شب اسی حالت میں رہتا حتیٰ کہ صبح کے وقت قرآن کریم ختم کر دیتا، تین دن سے چالیس دن تک بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ نہ کھانے پینے کو کچھ ملا نہ سونے کی نوبت آئی۔

برجِ عجمی

گیارہ سال تک ''برجِ بغداد'' میں عبادتِ الٰہی کے اندر مصروف رہا حتیٰ کہ اس برج میں میری اس طویل اقامت کے باعث لوگ اسے ''برج عجمی'' کہنے لگے اور اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جب تک غیب سے کھانا نہ ملے نہ کھاؤں گا، مدت دراز تک یہی کیفیت رہی۔ لیکن میں نے اپنا عہد نہ توڑا اور اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا اس کی خلاف ورزی نہ کی۔

غوثِ اعظم کا وعدہ

حضرت غوثِ اعظم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں ایک شخص نے میرے پاس آ کر کہا کہ اس شرط پر مجھے اپنی رفاقت میں لے لیجیے کہ صبر بھی کروں گا اور حکم کے خلاف کچھ نہ کروں گا۔ ایک دفعہ اس نے مجھے ایک جگہ بٹھایا اور یہ وعدہ لے کر کہ جب تک میں نہ آؤں آپ یہاں سے نہ جائیں، چلا گیا۔ میں ایک سال اس کے انتظار میں بیٹھا رہا لیکن وہ شخص نہ آیا۔ ایک سال بعد آ کر مجھے اسی جگہ بیٹھا دیکھا اور پھر یہی وعدہ کر کے چلا گیا۔ تین مرتبہ اسی طرح ہوا۔ آخری مرتبہ وہ اپنے ساتھ دودھ اور روٹی لایا اور کہا کہ میں خضر ہوں اور مجھے حکم ہے کہ آپ کے ساتھ بیٹھ کر یہ کھانا کھاؤں۔ چنانچہ ہم نے کھانا کھایا فارغ ہونے کے بعد حضرت خضر نے فرمایا کہ اب اٹھیے سیر و سیاحت ختم کیجیے اور بغداد میں جا کر بیٹھ جائیے۔ لوگوں نے پوچھا کہ ان تین سالوں میں کھانے پینے کی کیا شکل رہی؟ فرمایا ہر چیز سے پیدا ہو کر زمین پر پڑا ہوا مل جاتا تھا۔

شیطان کا حملہ

جنابِ غوثِ اعظم کے صاحبزادے شیخ ضیاء الدین ابونصر موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والدِ محترم حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ سے خود سنا ہے فرماتے تھے ایک سفر کے دوران میں ایسے بیابان میں پہنچا جہاں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ چند روز میں نے وہاں قیام کیا لیکن پانی ہاتھ نہ آیا۔ جب پیاس کا غلبہ ہوا تو اللہ عزوجل نے بادل کا ایک ٹکڑا بھیجا، جس نے میرے اوپر سایہ کرلیا اور اس میں سے کچھ قطرات ٹپکے جنہیں پی کر تسکین ہوئی، اس کے بعد اچانک ایک روشنی ظاہر ہوئی جس نے پورے آسمان کا احاطہ کرلیا، پھر اس میں سے ایک عجیب و غریب شکل نمودار ہوئی اور آواز آئی کہ اے عبدالقادر میں تیرا پروردگار ہوں جو دوسروں پر میں نے حرام کیا وہ تیرے اوپر حلال کرتا ہوں، لہٰذا جو دل چاہے کر اور جو چاہے لے۔ میں نے کہا **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** اے ملعون دور ہو، کیا بک رہا ہے، اچانک وہ روشنی تاریکی سے بدل گئی اور وہ صورتِ دھواں بن کر کہنے لگی کہ اے عبدالقادر تم احکامِ خداوندی (یعنی شریعت) کے جاننے والے، احوالِ منازلت سے واقف ہونے کی وجہ سے مجھ سے بچ گئے، میں نے ایسے ہی ہتھکنڈوں اور ترکیبوں سے ستر اہلِ طریقت کو ایسا گمراہ کردیا ہے کہ کہیں کا نہ چھوڑا، بھلا یہ کون سا علم وہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمایا ہے میں نے کہا کہ یہ سب اللہ کا فضل ہے اور وہی ابتداء وانتہا میں ہدایت فرماتا ہے۔

وعظ و نصیحت

حضور غوثِ الاعظم رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ شروع شروع میں مجھے سوتے جاگتے کرنے اور نہ کرنے والے کام بتائے جاتے تھے اور مجھ پر کلام کرنے کا غلبہ اتنی شدت سے ہوتا کہ میں بے اختیار ہوجاتا اور خاموشی کا یارا باقی نہ رہتا۔ صرف دو تین آدمی حاضرِ مجلس ہوکر میری بات سنتے، اس کے بعد میرے پاس لوگوں کا اتنا ہجوم واجتماع ہوجاتا کہ مجلس میں جگہ باقی نہ رہتی، چنانچہ میں شہر کی عیدگاہ میں چلا گیا اور وعظ کہنے لگا۔ وہاں بھی جگہ تنگ ہوگئی تو منبر شہر سے باہر لے گئے اور بے شمار مخلوق سوار و پیدل آتی اور اجتماع کے باہر اردگرد کھڑی ہوکر وعظ سنتی حتیٰ کہ سننے والوں کی تعداد ستر ہزار کے قریب پہنچ گئی۔

آپ کی مجلسِ وعظ میں چار سو اشخاص قلم دوات لے کر بیٹھتے اور جو کچھ سنتے اس کو لکھتے رہتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شروع زمانے میں میں نے نبی اکرم ﷺ اور حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ مجھے وعظ کہنے کا حکم فرما رہے ہیں اور میرے منہ میں انہوں نے اپنا لعابِ دہن ڈالا، بس میرے لیے ابوابِ سخن کھل گئے۔

شرکائے وعظ

مشائخ سے منقول ہے حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جب وعظ کے لیے منبر پر بیٹھ کر الحمد للہ کہتے تو روئے زمین کا ہر غائب و حاضر ولی خاموش ہو جاتا اسی وجہ سے آپ یہ کلمہ مکرر کہتے اور اس کے درمیان کچھ سکوت فرماتے۔ بس اولیاء اور ملائکہ کا آپ کی مجلس میں ہجوم ہو جاتا، جتنے لوگ آپ کی مجلس میں نظر آتے ان سے کہیں زیادہ ایسے حاضرین ہوتے جو نظر نہیں آتے تھے۔

آپ کے ایک ہم عصر بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے جنات کی حاضری کے لیے وظیفہ پڑھا لیکن کوئی جن حاضر نہ ہوا بلکہ اچھی خاصی دیر کر دی۔ مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ اس تاخیر کا سبب کیا ہے۔ پھر ان میں سے چند جن حاضر ہوئے۔ میں نے تاخیر کا سبب دریافت کیا۔ کہنے لگے کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ وعظ فرما رہے تھے ہم سب وہاں حاضر تھے۔ اس کے بعد اگر آپ ہمیں بلائیں تو ایسے وقت نہ بلایا کریں جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے ہوں۔ کیونکہ لامحالہ ہمیں تاخیر ہو گی۔ میں نے کہا تم بھی ان کی مجلس وعظ میں حاضر ہوتے ہو، کہنے لگا آدمیوں کے اجتماع سے زیادہ وہاں ہمارا اجتماع ہوتا ہے، ہم میں سے اکثر قبائل ان کے ہاتھ پر اسلام لائے ہیں اور اللہ کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔

غوثِ اعظم کے ہاتھ پر توبہ

آپ کی مجلس وعظ یہود نصارٰی وغیرہ جو آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے اور ڈاکو، قزاق، اہل بدعت اور مذہب و اعتقاد کے وہ کچے لوگ بھی اپنی بداعمالیوں سے آپ کے سامنے توبہ کر چکے تھے، ایسے لوگوں سے خالی نہ رہتی تھی۔ پانسو سے زیادہ یہود و نصارٰی اور لاکھوں سے زیادہ دوسرے لوگ آپ کے ہاتھ پر توبہ کر چکے اور اپنی بدعملیوں سے باز آ چکے تھے، تو مخلوق کے

دوسرے لوگوں کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔

جب آپ منبر پر تشریف لاتے تو مختلف علوم کا بیان فرماتے۔ تمام حاضرین آپ کی ہیبت و عظمت کے سامنے بالکل بت بن جاتے۔ کبھی اثنائے وعظ میں فرماتے کہ "قال ختم ہوا اور اب ہم حال کی طرف مائل ہوئے" یہ کہتے ہی لوگوں میں اضطراب وجد اور حال کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ کوئی گریہ و فریاد کرتا۔ کوئی کپڑے پھاڑتا ہوا جنگل کی طرف نکل جاتا اور کوئی بے ہوش ہو کر اپنی جان دے دیتا۔ بسا اوقات آپ کے اجتماع سے شوق، ہیبت، تصرف عظمت اور جلال کے باعث کئی کئی جنازے نکلتے۔ آپ کی مجلس وعظ میں جن خوارق، کرامات، تجلیات، عجائب اور غرائب کا ظہور بیان کیا جاتا ہے وہ بے شمار ہے۔

آپ کے اجتماعِ وعظ میں تمام اولیاء انبیاء جو زندہ تھے وہ اپنے جسموں کے ساتھ اور جو زندہ نہیں تھے وہ اپنی روحوں کے ساتھ موجود ہوتے تھے۔ اسی طرح آپ کی تربیت و تائید کے لیے حضورِ اکرم ﷺ بھی تجلی فرماتے تھے۔ اکثر اوقات حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کے اجتماع میں آتے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کی جس ولی سے بھی ملاقات ہوتی تو وہ اسے آپ کے اجتماع میں حاضر ہونے کی نصیحت فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو اپنی کامیابی چاہتا ہے اسے اس اجتماع میں ہمیشہ جانا چاہیے۔

حضرت خضر علیہ السلام کو اجتماع کی دعوت

روایت ہے کہ ایک روز آپ بیان فرما رہے تھے کہ اچانک چند قدم ہوا پر اڑ کر فرمایا کہ اے اسرائیلی ذرا توقف کیجیے اور ایک محمدی کا وعظ سنیے۔ جب آپ اپنی سابقہ جگہ واپس آئے تو لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ تھا۔ فرمایا کہ ابو العباس خضر ہماری مجلس وعظ سے تیزی سے جا رہے تھے تو میں ان کے پاس گیا اور کہا کہ تیزی سے نہ جائیے کچھ ہمارا بیان بھی سنتے جائیے۔

ولایت یہاں ملتی ہے

جب حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ منبر پر تشریف لاتے تو فرماتے اے صاحبزادے

ہمارے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد حاضری میں دیر نہ کیا کر، ولایت یہاں حاصل ہوتی ہے، اعلیٰ درجات یہاں ملتے ہیں، اے طلبگارِ مغفرت ہمارے پاس آ، اے طالبِ عفو تو بھی آ، اے اخلاص کے چاہنے والے ہفتہ میں ایک بار آ، اگر ممکن نہ ہو تو مہینہ میں ایک مرتبہ، اگر یہ بھی مشکل ہو تو سال میں ایک دفعہ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک مرتبہ آ، اور ہزار ہا نعمتیں لے جا، اے عالم ہزار مہینہ کی مسافت طے کر کے میرے پاس آ اور میری ایک بات سن جا، اور جب تو یہاں آئے تو اپنے عمل، زہدہ، تقویٰ اور ورع کو نظر انداز کر، تاکہ تو اپنے نصیب کے مطابق مجھ سے اپنا حصہ حاصل کر سکے، ہمارے اجتماع میں مقرب فرشتے مخصوص اولیاء اور رجال الغیب اس لیے آتے ہیں کہ مجھ سے بارگاہِ اقدس کے آدابِ تواضع سیکھیں، اللہ تعالیٰ نے جتنے نبی اور ولی پیدا فرمائے ہیں وہ سب اگر زندہ ہیں تو اپنے جسموں کے ساتھ اور اگر زندہ نہیں ہیں تو اپنی روحوں کے ساتھ ضرور میری مجلس میں آتے ہیں۔

رجال غیب کی شرکتِ اجتماع

آپ فرماتے تھے کہ میرا بیان ان رجال غیب کے لیے ہوتا ہے جو کوہ قاف کے ماوراء سے آتے ہیں کہ ان کے قدم دوش ہوا پر ہوتے ہیں لیکن اللہ عزوجل کے لیے ان کے دلوں میں آتشِ شوق وسوزشِ اشتیاق شعلہ زن ہوتی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے جس وقت اجتماع میں یہ بات فرمائی اس وقت آپ کے صاحبزادے سید عبدالرزاق منبر کے پاس آپ کے قدموں کے قریب بیٹھے تھے۔ انہوں نے سر اوپر اٹھایا، تھوڑی دیر حیران رہ کر بے ہوش ہو گئے، اور ان کے لباس و دستار میں آگ لگ گئی۔ حضور غوثِ پاک منبر سے اترے اور آگ بجھائی اور فرمایا کہ اے عبدالرزاق تم بھی ان میں سے ہو، اجتماع ختم ہونے کے بعد آپ نے شیخ عبدالرزاق سے اس حالت کی کیفیت دریافت فرمائی۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو مجھے رجال الغیب ساکت و مدحوش کھڑے ہوئے اس طرح نظر آئے کہ تمام آسمان ان سے بھرا ہوا ہے اور ان کے کپڑوں میں آگ لگی ہوئی ہے، ان میں سے بعض شور و غوغا کر رہے ہیں، بعض وجد و حال میں مست ہیں اور بعض اپنی جگہ اور بعض زمین پر گرے پڑے ہیں۔

آمدِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

منقول ہے کہ آپ ہی کے ایک ہم عصر بزرگ جن کا نام صدقہ رحمۃ اللہ علیہ تھا آپ کی خانقاہ میں آئے، دوسرے بزرگ بھی آپ کے باہر تشریف لانے کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک حضرتِ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور سیدھے منبر پر چلے گئے، نہ تو آپ نے کچھ فرمایا اور نہ قاری سے کسی آیت کی تلاوت کو فرمایا، لیکن لوگوں میں عجیب بے انتہا مستی وشورش پیدا ہوگئی۔ شیخ صدقہ نے اپنے دل میں کہا کہ تعجب ہے، نہ شیخ نے کچھ فرمایا نہ قاری نے کچھ پڑھا پھر یہ وجد وحال کہاں سے پیدا ہوگیا اور یہ حالت کچھ کیسے ہوگئی۔ حضورغوثِ اعظم نے شیخ صدقہ کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ شیخ صاحب! میرا ایک مرید اسی وقت بیت المقدس سے بیک قدم یہاں پہنچا ہے اور میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ تمام اہلِ اجتماع اسی کی ضیافت میں لگے ہوئے ہیں۔ شیخ صدقہ نے پھر اپنے دل میں کہا کہ جو شخص بیت المقدس سے ایک لمحہ میں یہاں پہنچ سکتا ہے وہ کس چیز سے توبہ کرے گا، اور اسے پیرومرشد کی کیا ضرورت؟ حضورغوثِ اعظم نے پھر ان کو دیکھ کر فرمایا کہ شیخ صاحب! ہوا میں اڑنے والے بھی اس لیے توبہ کرتے ہیں کہ باز آجائیں، اور وہ مجھ سے محبتِ الٰہی کا طریقہ سیکھنے کے محتاج ہیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں شمشیر برہنہ اور چڑھی ہوئی کمان ہوں۔ میرا تیر نشانہ پر لگنے والا، میرا نیزہ بے خطا اور میرا گھوڑا بے زین ہے۔ میں عشقِ خداوندی کی آگ، حال و احوال کا سلب کرنے والا، دریائے بیکراں، رہنمائے وقت اور غیروں سے باتیں کرنے والا ہوں، ایک دفعہ آپ نے کیفیت حال میں فرمایا کہ میں ہوں محفوظ اور میں ہوں ملحوظ، اے روزہ دارو، اے شب بیدارو، اے پہاڑوں پر بیٹھنے والو، خدا کرے تمہارے پہاڑ بیٹھ جائیں اور اے خانقاہ نشینو، خدا کرے تمہاری خانقاہیں زمین دوز ہو جائیں، حکمِ خدا کے سامنے آؤ، میرا حکم خدا کی طرف سے ہے، اے رہروانِ منزل، اے ابدال، اے اقطاب واوتاد، اے پہلوانو، اور اے جوانو، آؤ اور دریائے بیکراں سے فیض حاصل کرلو، عزتِ پروردگار کی قسم تمام نیک بخت اور بد بخت میرے سامنے پیش کیے گئے اور میری نظر لوحِ محفوظ میں جمی ہوئی ہے، میں دریائے علم ومشاہدہِ الٰہی کا غوطہ خور ہوں، میں تم سب پر اللہ کی حجت رسول کا نائب اور اس کا دنیا میں وارث ہوں، پھر فرمایا کہ

انسانوں کے بھی پیر ہیں، جنات اور فرشتوں کے بھی لیکن میں تمام پیروں کا پیر ہوں۔

منقول ہے کہ حضور سیدی و مرشدی رضی اللہ عنہ اپنے مرض الموت میں فرماتے تھے کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی نسبت نہیں ، میرے اور مخلوق کے درمیان زمین و آسمان کا سا فرق ہے مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس نہ کرنا، فرماتے تھے کہ میری تخلیق تمام امور سے بالا ہے اور میں لوگوں کی عقل سے ماورا ہوں ، اے زمین کے مشرق و مغرب کے اور اے آسمان کے رہنے والو! حق تعالیٰ فرماتا ہے **واعلم مالا تعلمون** یعنی (میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) میں ان میں سے ہوں جنہیں خدا جانتا ہے تم نہیں جانتے ، مجھ سے دن اور رات میں ستر بار کہا جاتا ہے **انا اخترتک ولتصنع علی عینی** (یعنی میں نے تجھے پسند کرلیا اور تاکہ تو پرورش پائے میری آنکھوں کے سامنے) مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر میرے اس حق کی جو تجھ پر ہے، تجھے قسم ہے ذرا بات تو کر، تاکہ سنی جائے ، مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر تجھے میرے اس حق کی قسم جو تیرے اوپر ہے کھا اور پی اور بات کر، میں نے تجھے قسم توڑنے سے مامون بنادیا، خدا کی قسم جب تک مجھے حکم نہ ہو نہ کچھ کرتا ہوں نہ کچھ کہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ جب میں تم سے کوئی بات کہوں تو تم پر اس کی تصدیق ضروری ہو۔ کیونکہ میری بات ایسی یقینی ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، گویا جب مجھے حکم ہوتا ہے تو میں کہہ دیتا ہوں، جب مجھے دیا جاتا ہے تو دے دیتا ہوں اور جب مجھے امر ہوتا ہے تو کر لیتا ہوں، ذمہ داری تو اس پر ہے جس نے مجھے حکم کیا ہے(کیونکہ قاعدہ ہے) **الدیۃ علی العاقلۃ** (یعنی خون بہا رشتہ داروں پر ہے) میری نافرمانی تمہارے لیے زہرِ قاتل ہے، دین کے لیے اور دنیا و آخرت کی تباہی کا سبب ہے، میں تلوار باز اور قاتل ہوں اور اللہ تمہیں ڈراتا ہے، اگر شریعت نے میرے منہ میں لگام نہ ڈالی ہوتی تو میں تمہیں بتادیتا کہ تم نے گھر میں کیا کھایا ہے اور کیا رکھا ہے، میں تمہارے ظاہر باطن کو جانتا ہوں کیونکہ تم میری نظر میں شیشہ کی طرح ہو۔

منقول ہے کہ حضور غوثِ پاک آخری ایام میں بہت ہی نفیس لباس زیبِ تن فرماتے تھے، ایک روز آپ کا ایک خادم ابوالفضل کپڑے والے کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے وہ کپڑا چاہیے جو ایک اشرفی گز ہو، نہ کم نہ زیادہ ، اس نے پوچھا کہ کس کے لیے خرید رہے ہو۔ خادم نے

جواب دیا کہ اپنے آقا شیخ عبدالقادر جیلانی کے لیے۔ کپڑے والے کے دل میں خیال گزرا کہ حضور غوثِ پاک نے تو بادشاہ کے لیے بھی کپڑا نہ چھوڑا، اس کے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ غیب سے ایک کیل اس کے پاؤں میں چبھ گئی اور ایسی کہ مرنے کے قریب ہو گیا، لوگوں نے اس کے نکالنے کی بہت کوشش کی لیکن کچھ نہ ہو سکا۔ آخر اس کپڑے والے کو اٹھا کر غوثِ اعظم کی خدمت میں لائے، آپ نے فرمایا کہ اے ابوالفضل تم نے اپنے دل میں ہم پر کیوں اعتراض کیا تھا، اللہ عزوجل کی قسم میں نے یہ کپڑا اس وقت تک پہننے کا ارادہ نہیں کیا جب تک مجھ سے یہ نہیں کہا گیا کہ تجھے اس حق کی قسم جو میرا تیرے اوپر ہے وہ کپڑا پہن جو ایک اشرفی فی گز ہو، اے ابو الفضل یہ کپڑا میت کا کفن ہے اور میت کا کفن اچھا ہوتا ہے، یہ ہزار موت کے بعد ملا ہے اس کے بعد آپ نے اپنا دستِ مبارک تکلیف کے مقام پر رکھا تو جو کچھ تکلیف تھی سب ایسی رفع ہو گئی گویا کچھ تھا ہی نہیں۔ پھر فرمایا کہ اس نے جو ہم پر اعتراض کیا وہ کیل کی شکل اختیار کر گیا، اور اسے جتنی تکلیف پہنچنی تھی پہنچ گئی۔

کراماتِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ

سیدی مرشدی حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی وہ کرامتیں جو ہر وقت ظاہر ہوتی رہتی تھیں ان کا احاطہ و شمار قوتِ بیان و تحریر سے باہر ہے اور یقین فرمائیں کہ اس میں بناوٹ اور مبالغہ آرائی نہیں کیونکہ آپ کی ذاتِ اقدس بچپن اور جوانی سے ہی مظہرِ کرامت ہے، اور نوے سال تک جو آپ کی عمر ہے آپ سے مسلسل کرامتوں کا ظہور ہوتا رہا ہے۔

آپ پیدائش کے بعد رمضان المبارک میں دن کے وقت اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے، حتیٰ کہ سب میں مشہور ہو گیا کہ سادات کے فلاں گھرانے میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا۔

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ اللہ عزوجل کے ولی ہیں، فرمایا کہ دس سال کی عمر تھی جب مدرسہ جاتا تو راستہ میں فرشتوں کو اپنے اردگرد چلتے ہوئے دیکھتا تھا اور جب مدرسہ میں پہنچ جاتا تو فرشتوں کو یہ بات بچوں سے کہتے ہوئے سنتا کہ اے بچو! اللہ کے ولی کے لیے جگہ کشادہ کرو۔ ایک روز مجھے ایک ایسا شخص دکھائی دیا

جو پہلے کبھی نظر نہ آیا تھا، اس نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے جس کی تم اتنی تعظیم کر رہے ہو، ایک فرشتے نے جواب دیا کہ یہ اللہ عزوجل کا ایک ولی ہے جس کا بہت بڑا مرتبہ ہوگا، اس راہ میں یہ وہ شخص ہے جسے بے حساب عطایا، بے حجاب تمکین واقتدار اور بغیر حجت تقریب ملے گی، چالیس سال کے بعد میں نے پہچانا کہ وہ شخص اپنے وقت کے ابدالوں میں سے تھا۔

غوثِ پاک نے فرمایا کہ میں چھوٹا سا تھا، ایک روز عرفہ کے دن شہر سے باہر آیا اور کھیتی باڑی کے ایک بیل کی دم پکڑ کر بھاگنے لگا، بیل نے پلٹ کر مجھے دیکھا اور کہا، اے عبدالقادر تجھے اس کام کے لیے پیدا نہیں کیا گیا نہ اس کا حکم دیا گیا ہے، (گھبراتے اور کانپتے) اپنے گھر واپس آیا اور مکان کی چھت پر پہنچ گیا اور وہاں سے لوگوں کو میدانِ عرفات میں کھڑے ہوئے دیکھا، بس میں اپنی والدہ کی خدمت میں آ کر کہنے لگا کہ مجھے تحصیلِ علم اور زیارتِ اولیاء کے لیے بغداد جانے کی اجازت دیجیے۔

حضور غوثِ اعظم فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی میں نے چھوٹے بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کیا تو یہ آواز آئی کہ اے برکتوں والے ہمارے پاس آؤ، یہ آواز سن کر خوف کی وجہ سے دوڑتا ہوا اپنی والدہ کی گود میں آ کر چھپ جاتا، اور اب بھی اپنی خلوت میں یہ آواز سنتا ہوں۔

شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے زمانے میں شیخ عبدالقادر جیلانی سے زیادہ کرامت والا کوئی نہیں دیکھا، جس وقت جس کا دل چاہتا آپکی کرامت کا مشاہدہ کر لیتا۔ دیگر کرامات بھی آپ سے ظاہر ہوتیں، کبھی آپکے بارے میں اور کبھی آپکی وجہ سے۔

شیخ ابو مسعود احمد بن ابوبکر حزیمی اور شیخ ابو عمرو عثمان صرنفی نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمت اللہ علیہ کی کرامتیں اس ہار کی طرح ہیں جس میں جواہر تہ بہ تہ ہیں کہ ایک کے بعد دوسرا، ہم میں سے جو بکثرت روزانہ آپ کی کرامتوں کو شمار کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی بادشاہِ طریقت اور موجودات میں تصرف کرنے والے تھے، اللہ کی طرف سے آپ کو تصرف کرامتوں کا ہمیشہ اختیار حاصل رہا ہے۔ امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ آپ کی کرامتیں حدِ تواتر تک پہنچ گئی ہیں اور بالاتفاق سب کو اس کا علم ہے دنیا کے کسی بزرگ میں ایسی کرامتیں نہیں پائی گئیں۔

الغرض آپ سے لاتعداد کرامتیں ظاہر ہوئیں مخلوقات کے ظاہر و باطن میں تصرف کرنا ،انسانوں اور جنات پر آپ کی حکمرانی ،لوگوں کے راز اور پوشیدہ کاموں سے واقفیت، عالمِ ملکوت کے اندر کی خبر، عالمِ جبروت کے حقائق کا کشف، عالمِ لاہوت میں سربستہ اسرار کا علم، مواہب غیبیہ کی عطاء، باذنِ الٰہی حوادث زمانہ کا تصرف، انقلاب، مارنے اور جلانے کے ساتھ متصف ہونا، اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا، مریضوں کی صحت، بیماریوں کی شفاء، طے زمان و مکان، زمین و آسمان پر اجرائے حکم، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، لوگوں کے تخیل کا بدلنا، اشیاء کی طبعیت کا تبدیل کرنا، غیب کی اشیاء کا مانگنا، ماضی و مستقبل کی باتوں کا بتلانا اور اسی طرح کی دوسری کرامات، مسلسل اور ہمیشہ عام و خاص کے درمیان آپ کے قصد و ارادہ سے بلکہ اظہارِ حقانیت کے طریقہ پر ظاہر ہوئیں اور مذکورہ کرامتوں میں سے ہر ایک سے متعلق اتنی روایات و حکایات ہیں کہ زبان و قلم ان کے احاطہ سے قاصر ہیں۔ بزرگوں نے اس پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔لیکن امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں ان سے لبریز ہیں۔

وہ مشائخ و اقطابِ وقت بلکہ بعض اولیائے متقدمین جنہوں نے کشف و الہام کے ذریعہ آپ کے وجود مبارک کی خبر دی وہ آپ کی تعظیم و تکریم، بلندی مرتبہ اور عظمتِ شان کے معترف ہونے کے ساتھ آپ کی اطاعت و فرمانبرداری اور آپ کے قول ''میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے'' کی سچائی کا یقین کرنے اور آپ کو اللہ کی طرف سے مامور سمجھنے میں اتنا آگے تھے جس سے زیادہ کا تصور ممکن نہیں، میں نے تھوڑا بہت اس میں سے اپنی کتاب زبدۃ الآثار میں تحریر کر دیا ہے جو بہجۃ الاسرار کا انتخاب ہے۔اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی امید ہے۔

حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے اخلاقِ مبارکہ

آپ کے اخلاق و عادات **انک لعلی خلق عظیم** کا نمونہ اور **انک لعلی ھدی مستقیم** کا مصداق تھے، آپ اتنے عالی مرتبت، جلیل القدر وسیع العلم ہونے اور شان شوکت کے باوجود کمزور اور غریبوں میں بیٹھتے، فقیروں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے، بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت فرماتے، سلام کرنے میں پہل کرتے اور طالب علموں اور مہمانوں کے

ساتھ کافی دیر بیٹھتے، بلکہ ان کی غلطیوں اور گستاخیوں سے درگزر فرماتے، اگر آپ کے سامنے کوئی جھوٹی قسم بھی کھاتا تو آپ اس کا یقین فرما لیتے اور اپنے علم و کشف کو ظاہر نہ فرماتے، اپنے مہمان اور ہم نشین سے دوسروں کی بہ نسبت انتہائی خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے، آپ کبھی نافرمانوں، سرکشوں، ظالموں اور مالداروں کے لیے کھڑے نہ ہوتے نہ کبھی کسی وزیر و حاکم کے دروازے پر جاتے، یہاں تک کہ اس وقت کے بزرگوں میں کوئی بھی حسن خلق، وسعتِ قلب، کرم نفس، مہربانی اور وعدے کی پاسداری میں آپ کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔

غوثِ اعظم کی پر جلال نظر

ایک روز آپ خلوت میں بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے آپکے لباس و دستار پر چھت سے مٹی گری، تین مرتبہ تو آپ نے مٹی کو جھاڑ دیا، چوتھی مرتبہ آپ نے نظر اٹھا کر اوپر دیکھا تو ایک چوہا چھت کاٹ رہا ہے، محض نظر پڑنے سے ہی چوہے کا سر ایک طرف اور دھڑ دوسری طرف گرا، آپ لکھنا چھوڑ کر رونے لگے، راوی کہتا ہے کہ میں نے رونے کا سبب دریافت کیا، فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ کسی مسلمان سے میرے دل کو تکلیف پہنچے اور اسکی بھی وہی حالت ہو جو اس چوہے کی ہوئی۔

ایک روز آپ مدرسہ میں وضو کر رہے تھے کہ اچانک ایک چڑیا نے ہوا میں اڑتے ہوئے آپ کے لباس پر بیٹ کر دی، آپ کے نظر اٹھاتے ہی وہ چڑیا زمین پر گری، وضو سے فارغ ہو کر لباس سے بیٹ کو دھویا اور جسم سے اتار کر فرمایا کہ اسے لیجا کر فروخت کر دو اور اس کی قیمت فقیروں کو خیرات کر دو کہ اس کا یہی بدلہ ہے۔

خوش نصیب بوڑھا

ایک مرتبہ آپ اپنی شہرت کے زمانہ میں حج کے ارادہ سے نکلے، جب بغداد کے قریب ایک موضع میں جس کا نام حلہ تھا پہنچے تو حکم دیا کہ یہاں کوئی ایسا گھر تلاش کرو جو سب سے زیادہ ٹوٹا پھوٹا اور راجڑا ہوا سا ہو، ہم اس میں قیام کریں گے۔ اگرچہ وہاں کے امیروں اور رئیسوں نے بہت اچھے اور عالی شان مکانات آپ کے سامنے قیام کرنے کے لیے پیش کیے لیکن

آپ نے انکار فرمادیا۔ بہت تلاش کے بعد ایسا ایک مکان مل گیا جس میں بڑھیا، بوڑھا اور ایک بچی تھی۔ آپ نے بڑے میاں سے اجازت لے کر رات اس مکان میں گزاری، اور وہ تمام نذرانے اور ہدایا جو نقد، جنس اور حیوانات کی صورت میں آپ کو پیش کیے گئے آپ نے یہ کہہ کر کہ میں اپنے حق سے دستبردار ہوتا ہوں وہ تمام کے تمام بڑے میاں کو دے دیے۔ حاضرین نے بھی آپ کی موافقت میں تمام مال و اسباب ان بڑے میاں کو دے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بوڑھے کو آپ کے مبارک قدموں کی برکت سے ایسی دولت عطا فرمائی کہ ان اطراف میں کسی کو نہ ملی۔

آپ کی خدمت میں ایک تاجر نے آ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایسا مال ہے جو زکوٰۃ کا نہیں اور میں اسے فقراء و مساکین پر خرچ کرنا چاہتا ہوں لیکن مستحق و غیر مستحق کو نہیں پہچانتا، آپ جس کو مستحق سمجھیں دے دیں۔ آپ نے جواب دیا کہ مستحق و غیر مستحق میں سے جس کو چاہو دے دو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی وہ چیزیں دے جس کے تم مستحق ہو اور جس کے مستحق نہیں ہو۔

فقیروں کے حاجت روا

آپ نے ایک روز ایک فقیر کو پریشانی کی حالت میں ایک کونے میں بیٹھا ہوا دیکھا دریافت فرمایا کہ کس خیال میں ہو اور کیا حال ہے۔ عرض کیا کہ میں دریا کے کنارے گیا تھا، ملاح کو دینے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں تھا کہ کشتی میں بیٹھ کر پار اتر جاتا۔ ابھی اس فقیر کی بات پوری نہ ہوئی تھی کہ ایک شخص نے تیس اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی آپ کی نذر کی، آپ نے وہ تھیلی فقیر کو دے کر فرمایا کہ اسے لیجا کر ملاح کو دے دو۔

بعض مشائخ وقت نے آپ کے اوصاف میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی بڑے بارونق، ہنس مکھ، خندہ رو، بڑے شرمیلے، وسیع الاخلاق، نرم طبیعت کریم الاخلاق، پاکیزہ اوصاف اور مہربان و شفیق تھے۔ جلیس کی عزت کرتے اور مغموم کو دیکھ کر امداد فرماتے۔ ہم نے آپ جیسا فصیح و بلیغ کسی کو نہیں دیکھا۔

بعض بزرگوں نے اس طرح وصف بیان فرمایا ہے کہ حضرت شیخ محی الدین سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بکثرت رونے والے، اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے۔

آپ کی ہر دعا فوراً قبول ہوتی۔ نیک اخلاق، پاکیزہ اوصاف، بدگوئی سے بہت دور بھاگنے والے اور حق کے سب سے زیادہ قریب تھے۔ احکامِ الٰہی کی نافرمانی میں بڑے سخت گیر تھے لیکن اپنے اور غیر اللہ کے لیے کبھی غصہ نہ فرماتے۔ کسی سائل کو اگرچہ وہ آپ کے بدن کے کپڑے ہی لے جائے واپس نہ فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق آپ کی رہنما اور تائید خداوندی آپ کی معاون تھی۔ علم نے آپ کو مہذب بنایا، قرب نے آپ کو مودب بنایا، خطاب الٰہی آپ کا مشیر اور ملاحظہِ خداوندی آپکا سفیر تھا۔ انسیت آپ کی ساتھی اور خندہ روئی آپ کی صفت تھی۔ سچائی آپ کا وظیفہ، فتوحات آپ کا سرمایہ، بردباری آپ کا فن، یادِ الٰہی آپ کا وزیر، غور وفکر آپ کا مونس، مکاشفہ آپکی غذا اور مشاہدہ آپ کی شفا تھے۔ آدابِ شریعت آپ کا ظاہر اور اوصافِ حقیقت آپ کا باطن تھا۔

اصحاب ارادت وانتساب

پیرانِ پیر

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین ومنسلکین کی فضیلت بھی بے انتہا ہے اور کیوں نہ ہو کہ آقا کی فضیلت سے خادم میں بھی فضیلت آتی ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ نے سرکارِ دوعالم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ دعا فرمائیے کہ مجھے قرآن کریم اور آپ کی سنت پر موت آئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسا ہی ہوگا، اور کیوں نہ ہو جبکہ تمہارے پیر شیخ عبدالقادر ہیں۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار ﷺ سے تین مرتبہ یہی درخواست کی، اور آپ نے یہی ارشاد فرمایا۔ یہ واقعہ طویل اور عجیب ہے اختصاراً اتنا ہی ذکر کیا گیا ہے۔

بزرگانِ دین کی ایک جماعت نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے قیامت تک اپنے مریدوں کے سلسلہ میں اس بات کی ذمہ داری لی ہے کہ ہر ایک کی موت توبہ پر آئے گی۔

جنابِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ مشائخ نے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو آپکی طرف منسوب کرے لیکن بیعت نہ کرے اور نہ آپ کے ہاتھ سے خرقہ پہنے تو وہ آپکے مریدین میں شمار اوران جیسے فضائل حاصل کرنے والا ہوگا یا نہیں؟ ارشاد فرمایا جو شخص خود کو میری طرف منسوب کرے اور مجھ سے عقیدت رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالے گا اوراس پر رحمت فرمائے گا اور اگرچہ اسکا طریقہ مکروہ ہوا سے توبہ کی توفیق بخشے گا۔ ایسا شخص میرے مریدوں میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے وعدہ فرمالیا ہے کہ میرے مریدوں، سلسلہ والوں، میرے طریقہ کا اتباع کرنے والوں اور میرے عقیدت مندوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں کا ایک انڈہ اگر ہزار میں بکے تب بھی سستا ہے اور چوزہ کی قیمت تو لگائی ہی نہیں جاسکتی۔ نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک لکھا ہوا دفتر دیا جس میں قیامت تک آنے والے میرے احباب اور مریدوں کے نام درج تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سب کو میں نے تیری وجہ سے بخش دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے داروغۂ جہنم سے جن کا نام مالک علیہ السلام ہے دریافت کیا میرے مریدوں میں سے تمہارے پاس کوئی ہے؟ جواب دیا اللہ تبارک وتعالیٰ کی عزت کی قسم کوئی بھی نہیں۔ دیکھو میرا دستِ حمایت میرے مریدوں پر ایسا ہے جیسے آسمان زمین کے اوپر۔ اگر میرا مرید اچھا نہیں تو کیا ہوا، میں تو اچھا ہوں۔ جلال پروردگار کی قسم جب تک میرے تمام مرید بہشت میں نہیں چلے جائیں گے میں بارگاہِ خداوندی میں نہیں جاؤں گا اور اگر مشرق میں میرے ایک مرید کا پردۂ عفت گر رہا ہو اور میں مغرب میں ہوں تو یقیناً میں اس کی پردہ پوشی کروں گا۔

☆......☆......☆